جلد ۹۲۔ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ عدد ۶

مضامین

مقالات

تلخیص تبصرہ

آثار علمیہ ادبیہ

بہار کے صوفیائے کرام

از جناب سید شمیم احمد صاحب ڈھاکہ

(۲)

قادریہ بہار میں ساتویں و آٹھویں بلکہ نویں صدی کے نصف اول تک قادریہ سلسلہ کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں رہی، گو اس سلسلہ کے متعدد بزرگ بنگال اور بہار میں موجود تھے، مگر ان کا حلقۂ اثر زیادہ وسیع نہ تھا، مخدوم الملک کے معاصرین میں اس سلسلہ کے سب سے مشہور و معروف بزرگ پیر شاہ عطاء اللہ[1] بغدادی ہیں، جن کا روضہ بہار شریف میں محل پر اور شیر پور کے درمیان سڑک سے تھوڑی دور پر ندی کے کنارے ہے، یہ جگہ عرف عام میں پیر ستہ گھاٹ کہلاتی ہے، جو پیر شاہ عطاء اللہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے، قادریہ سلسلہ کی دوسری مشہور ہستی حضرت داؤد قریشی[2] کی ہے، جو حضرت صدر الدین راجو قتال بخاری کے مرید اور خلیفہ تھے، دسویں صدی ہجری میں حضرت قمیص[3] قادری کی ذات سے[4] بہار و بنگال میں ایک حد تک پنجاب میں قادریہ سلسلہ کو مقبولیت حاصل ہوئی، مغربی بنگال میں بمقام سادھورہ حضرت قمیص قادری مدفون ہیں، آپ کا چلہ بہار شریف اور لدھیانہ میں بھی ہے، تینوں مقامات پر عرس ہوتا ہے، بہار شریف کے نزدیک ایک گاؤں قمیص پور آپ ہی کے نام پر ہے، حضرت قمیص قادری کا ذکر اخبار الاخیار میں بھی ہے، پیر شاہ عطاء اللہ اور حضرت قمیص قادری حضرت غوث پاک کی اولاد میں بتائے جاتے ہیں، قادریہ سلسلہ کو زیادہ عروج مغلوں کے

[1] ماہنامہ نظام المشائخ دہلی بابتہ ۱۹۳۳ء [2] مخزن الانساب از سید کریم الدین [3] اخبار الاخیار ص ۴۵۹ [4] سوفزم از جان اے سبحان ص ۲۶۶

دور میں ہوا، اور آج یہ حال ہے کہ شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ یا گدی ہو جہاں اس سلسلہ میں بیعت نہ لیجاتی ہو۔

بہار کے اولیائے کرام کی فہرست بہت طویل ہے، اس مضمون میں سب کا ذکر ممکن نہیں، اختصاراً بعض بزرگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس صوبہ کے اولیائے کبار میں ہیں، مذکورہ بالا خانوادوں کے علاوہ قلندریہ، شطاریہ اور مداریہ سلسلوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر بہار میں رہا، مخدوم الملک کے زمانہ میں حضرت جلال گنج رواں نام کے ایک قلندری مشرب بزرگ بہار تشریف لائے اور یہیں کے ہو رہے، چھوٹی درگاہ اور محل پر کے درمیان ویرانہ میں ان کا مزار ہے، حضرت حسین نوشہ توحید بلخی نے مکن پور جاکر حضرت بدیع الدین مدار سے تصوف کے بعض مسائل حل کیے تھے، یہ بھی روایت ہے کہ آپ مخدوم الملک کی ہدایت کے مطابق حضرت بدیع الدین مدار کے ہاں گئے تھے، بہار میں چند خواتین بھی صاحب کمال گذری ہیں، جن میں سے دو کو شہرت عام حاصل ہوئی، ایک حضرت بی بی کمال کو جو قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کی صاحبزادی اور مخدوم الملک کی خالہ تھیں، دوسری پیر بدر عالم زاہدی کی صاحبزادی حضرت بی بی ابدال جن کا روضہ دیوی سرائے (بہار شریف) میں ہے۔

ایک تاریخی عرضداشت جس زمانہ میں شہزادہ عظیم الشان بہار کے گورنر کی حیثیت سے پٹنہ میں مقیم تھا، مولانا نصیر الدین نام کے ایک بزرگ نے صوبہ کے صوفیائے کرام کے مزارات اور آستانوں کی زبوں حالی کی طرف توجہ دلا کر شہزادہ موصوف سے ان کی تعمیر و مرمت کے لیے مالی امداد کی درخواست کی تھی، یہ تاریخی عرضداشت روزنامہ صدائے عام پٹنہ کے عید نمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہو چکی ہے، ڈاکٹر اختر اورینوی نے بھی اپنی تصنیف "بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا" میں اسے نقل کیا ہے، اس عرضداشت میں جن آستانوں کی فہرست پیش کی گئی ہے، وہ درج ذیل ہے۔

(۱) مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد، بہار شریف متوفی ۷۸۲ھ (۲) شیخ شعیب بن شیخ جلال موضع شیخپورہ پرگنہ مالدہ (۳) سید محمد عظیم آباد (پٹنہ) (۴) شیخ خلیل الدین عرف شیخ منگن، د

شیخ تاج الدین، عظیم آباد، پٹنہ (۵) سید سلیم عالم گنج عظیم آباد پٹنہ (۶) درویش ارزانی محلہ درگاہ عظیم آباد پٹنہ (۷) شیخ محمد محمود و شیخ معین الدین حسینی لودی کٹرہ عظیم آباد پٹنہ (۸) شیخ شہاب الدین موضع جیر تھلی علاقہ پرگنہ حویلی بلدہ عظیم آباد (۹) شیخ آدم صوفی موضع جیو تھلی علاقہ پرگنہ حویلی بلدہ عظیم آباد (۱۰) سید محمد قصبہ بہار (۱۱) شیخ احمد چرم پوش متوفی ۷۷۶ھ (۱۲) شیخ بدر عالم یہ بزرگ قصبہ بہار میں مدفون ہیں، ایک شیخ موصوف کے فرزندوں میں سے شیخ بڈھ نے شیر شاہ کے زمانہ میں بھوجپور کے قریب ہمایوں سے ملاقات کی تھی، اسی اثنا میں خبر ملی کہ شیر شاہ آرہا ہے، شیخ بڈھ نے سات سو سواروں کیساتھ خود شیر شاہ سے جنگ کی اور تمام سواروں کے ساتھ شہید ہوئے، شیر شاہ نے انکی تمام جاگیریں ضبط کرلیں، جنھیں بعد میں مغل بادشاہوں نے واپس کردیا (۱۳) حضرت حسین نوشہ توحید حضرت مظفر بلخی کے بھتیجے قصبہ بہار (۱۴) شیخ حمید الدین ولد شیخ آدم صوفی قصبہ بہار (۱۵) سید لیسین دانشمند قصبہ بہار (۱۶) مولانا حسام الدین قصبہ بہار (۱۷) سید فضل اللہ قصبہ بہار (۱۸) شیخ فرید طویلہ بخش قصبہ بہار (۱۹) شیخ یتیم اللہ سفید باز بن شیخ حمید الدین قصبہ بہار (۲۰) شیخ سعادت قصبہ بہار (۲۱) سید عطاء اللہ قصبہ بہار، (۲۲) سید محمد ابراہیم بن ابوبکر عرف ملک بیا متوفی ۷۵۳ھ (۲۳) خواجہ اسحٰق مغربی منگھر (۲۴) شیخ یحییٰ منیری (۲۵) شیخ جلال، منیر (۲۶) حاجی صفی الدین و حاجی نظام الدین قصبہ منیر پرگنہ شاہ پور (۲۷) شیخ احمد موضع بجا پور پرگنہ شاہ پور (۲۸) شیخ دولت قصبہ منیر (۲۹) مولانا نور، خواجہ قطب الدین دہلوی کے سگے بھائی موضع گگھول پرگنہ سلیم آباد (۳۰) شیخ فتو و شیخ برہان پرگنہ سلیم آباد (۳۱) سید فخر الدین موضع اوکھدی (۳۲) سید صفی موضع صفی پور پرگنہ بھیم پور سرکار (۳۳) شیخ داؤد شطاری قصبہ محب علی پور پرگنہ محمد قد سرکار (۳۴) سید محمد عرف جمن حق متوفی ۹۲۵ھ موضع بلسہ پرگنہ بلخ سرکار (۳۵) سید راستی خلیفہ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری علواری علاقہ پرگنہ حویلی سرکار عظیم آباد (۳۶) شیخ ضیاء الدین سہروردی متوفی ۸۲۶ھ

موضع چنڈ وس (پٹنہ) (۱۱) شیخ شمس چنالی موضع لوری (۳۸) شیخ کمال الدین موضع بیابانی (بہار) (۳۹) سید محمد پرگنہ ملیر سرکار، سارن (۴۰) سید احمد غازی موضع امرتھ پرگنہ بست ہزاری سرکار (۴۱) سید نوح متوفی ۸۵۷ھ موضع نوح پور (۴۲) شیخ سعد قصبہ ابراہیم پور (۴۳) احمد جنی رانی علاقہ پرگنہ حویلی بہار سرکار میں بہت سے اولیائے کرام مدفون ہیں، مثلاً سید علاء الدین ہمدانی، سید رکن الدین، سید مجود، سید مومن، سید لاہا، قاضی شمس الدین، حافظ یوسف، سید قطب الدین، سید محمد سعید، سید جہانگیر، سید محمد، شیخ مدو، شیخ بڈھ، بی بی کمہ (۴۴) شیخ ادریس موضع نافع ضلع مونگیر سرکار (۴۵) سید چہاری بنیاسی قصبہ مونگیر (۴۶) شیخ مصطفےٰ باسدیو پور (۴۷) سید ابراہیم قصبہ سورج گڈھا (۴۸) مولانا شہباز بھاگل پوری (۴۹) سید اولیا پرگنہ بلیا سرکار (۵۰) شیخ عبد الحئی حاجی پور (۵۱) شیخ محمد معروف بہ شیخ قاضی موضع بنیا بسار حاجی پور (۵۲) شیخ ابو الفتح بن شیخ محمد متوفی ۹۴۰ھ موضع تنکول حاجی پور، (۵۳) مولانا خواجہ علی حاجی پور، (۵۴) شیخ برکت اللہ عرف شیخ قتال، خلیفہ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز قصبہ دربھنگہ (۵۵) شیخ سلطان حسین دربھنگہ (۵۶) شیخ شمس الدین عرف شمن دربھنگہ (۵۷) شیخ ظہور و حاجی حمید رتن سرائے سارن (۵۸) شیخ دلاور شیر چابک سوار سارن (۵۹) میر عبد الملک بارہ سرکار سارن (۶۰) شیخ محمد یوسف قلعہ رہتاس کلاں (۶۱) چندن شہید معروف بہ چندن شہید سہرام (۶۲) شیخ عثمان حسین پور (۶۳) شیخ عبد العلیم عیسی چارن (۶۴) سید عمر شہید آرہ

چار بڈھے نویں اور دسویں صدی ہجری میں بڈھے، بڈھ، بڑے، برن یا بدی کے نام سے بہار میں چار مشائخ مشہور ہوئے، ان چاروں کے نام شیخ بڈھے حقانی، شیخ بڈھے طبیب زنجانی، شیخ بڈھے زاہدی اور شیخ بڈھے منیری ہیں، ان میں بڈھے زاہدی اور بڈھے منیری کا شیر شاہ سوری

کے زمانے میں قتل ہونا مشہور ہے، بڑے زاہدی اور شیر شاہ سوری کی جنگ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، بڑے یا بڈھن منیری کا حال وسیلۂ شرف میں اس طرح ہے:۔

"حضرت ملک العلماء مخدوم شیخ بڈھن قدس اللہ سرہٗ العزیز کو بیعت و خلافت و تربیت حضرت شیخ درویش سے ہے، آپ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے ماموں ہوتے تھے، اس وقت منیر میں سکہ فردوسیہ آپ کے نام سے جاری تھا، میں نے بڑوں سے سنا ہے کہ فرید خاں نے جو پرگنہ سہسرام وغیرہ کا جاگیر دار تھا، ایک بار ایک شیر کو مارا تھا، اس دن سے شیر خاں اس کا لقب پایا اور جب بادشاہ ہوا شیر شاہ مشہور ہوا، وہ حضرت مخدوم شاہ بڈھن کا مرید تھا، ایک بار آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ شیر خاں دہلی کا قصد کر تخت خالی ہے، جا تجھ کو بادشاہی ہوگی، وہ خوش ہو کر چلا، پیر کے کہنے پر وثوق تھا، جی میں کہا کہ بادشاہی تو ضرور ہوگی، ذرا سیر کرتا چلوں، چین سے سیر کرتا ہوا چھ مہینے کے بعد دہلی میں پہنچا، جب تک ہمایوں شاہ کر ملک گیری کو گئے ہوئے تھے، دہلی میں پھر آئے، شیر خاں کی گوں کچھ ننگی شکست کھائی، بگڑ کر غصہ میں آیا کہ میرا پیر اور جھوٹا، پلٹ کر منیر میں آیا، اور اپنے پیر کو اوران کے فرزندوں کو قتل کیا۔"[1]

تاریخی حیثیت سے شیخ بڑے زاہدی کا واقعہ زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے، عجب نہیں کہ دونوں ایک ہی بزرگ ہوں، منیر میں کسی وجہ سے رہ گئے ہونگے، اس لئے منیری کہلانے لگے، وسیلۂ شرف میں درج ہے کہ آپ شاہ دولت منیری کے ماموں ہوتے تھے، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ منیر میں آپ کی بہن کی شادی ہوئی تھی، حضرت بڈھن منیری کو بیعت و خلافت و تربیت شیخ درویش بلخی سے حاصل تھی، اور وہ بہار شریف میں مخدوم الملک کے آستانہ کے

[1] وسیلۂ شرف ص ۹۹

سجادہ نشین تھے اس سے بھی یہی گمان ہوتا ہے کہ شیخ بڑے دراصل بہار شریف کے رہنے والے تھے، اور یہ وہی بڑے زاہدی ہیں،

حضرت بڑے اپنے دور کے علماء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، شیر شاہ سوری اور اس کا لڑکا اسلام خاں سوری آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے، شیخ علائی اور مخدوم الملک عبد اللہ سلطانپوری کے سلسلہ میں حضرت بڑے طبیب کا ذکر منتخب التواریخ اور تاریخ فرشتہ میں تفصیل کے ساتھ درج ہے،[1] مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی "تذکرہ" میں حضرت بڑے طبیب کا ذکر کیا ہے، سکندر لودی[2] جب بہار آیا تھا تو اس نے شیخ فخر الدین زاہدی کے علاوہ جن بزرگوں کو عطیات و نذرانے پیش کیے تھے، ان میں بڑے حقانی، بڑے طبیب اور بڑے منیری بھی تھے۔

صوفیائے کرام کا تبحر علمی

پرانے صوفیہ و مشائخ محض گدی نشین اور رسمی سجادہ نشین نہیں ہوتے تھے، بلکہ دینی تعلیم سے بھی پوری طرح آراستہ ہوتے تھے، اور بعض کا شمار تو علمائے وقت میں ہوتا تھا، جو تصنیف و تالیف سے بھی دین و ملت کی خدمت کرتے رہتے تھے، مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری کا تبحر علمی محتاج تعارف نہیں، آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے، یہ سب تصانیف فارسی زبان میں ہیں، آپ کے مکتوبات بھی علمائے دین و ارباب طریقت و دولت کی نگاہوں میں بڑی قدر سے دیکھے جاتے ہیں، مخدوم الملک نے اپنی تصانیف کے ذریعہ شریعت و طریقت کے اسرار و رموز سے ارباب طریقت کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے، آپ کی تصانیف میں شرح آداب المریدین اور مکتوبات صدی کو قبول عام کی سند مل چکی ہے، علامہ ابو الفضل[3] نے اپنے دفتر میں تین ابواب شرح آداب المریدین کے لیے وقف کیے ہیں،

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم در ذکر سلطان سلیم شاہ افغان، تذکرہ مولانا ابو الکلام آزاد بحوالہ منتخب التواریخ، ملا عبد القادر بدایونی [2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۵۰۹ [3] دفتر ابو الفضل، مطبوعہ نولکشور پریس (جلد اور صفحات یاد نہیں رہے)

مخدوم سید جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت آپ کے مکتوبات کا بڑے انہماک سے مطالعہ کرتے تھے،[1]

مخدوم الملک کے چچازاد بھائی مخدوم شاہ شعیب شیخپوری کی تصنیف مناقب الاصفیا ہندستان میں صوفیہ کے تذکرہ میں پہلی کتاب ہے، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر مولانا مظفر بلخی تک فردوسیہ سلسلہ کے تمام بزرگوں کا ذکر ہے، مخدوم الملک اور مخدوم شاہ شعیب کی تصانیف میں زبان و ادب کی خوبیاں بھی ہیں، ان کا انداز بیان بڑا موثر اور دلکش ہے، مخدوم احمد چرم پوش اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخی فارسی کے اچھے شاعر بھی تھے، فردوسیہ سلسلہ کے دوسرے مشائخ کی کئی تصانیف بھی پائی جاتی ہیں، پیر بدر عالم زاہدی، مخدوم فرید طویلہ بخش، شاہ سلطان زاہدی حضرت بڑے حقانی، بڑے طبیب زنجانی، مخدوم حسن بلخی، مخدوم احمد لنگر دریا، مخدوم شاہ عین الدین بلخی اور مخدوم شاہ علاء الدین زاہدی بھی علما میں تھے، ان میں کئی بزرگوں کی تصانیف ابتک موجود ہیں، حضرت بڑے طبیب نے قاضی ارشاد کی شرح لکھی تھی، اکثر صوفیا و مشائخ کے علمی کارنامے ان کے خاندان میں غیر مطبوعہ پڑے ہوئے ہیں، جو رفتہ رفتہ ضائع ہو رہے ہیں۔

سلاطین و امراء سے تعلقات

سلاطین و امرا پر صوفیائے کرام کا ہر دور میں اثر رہا، ان کے دلوں میں صوفیہ و مشائخ کی بڑی عقیدت تھی، یہ بزرگ نہ سلاطین کے جبر و تشدد سے مرعوب ہوتے اور نہ مال و دولت کی طمع انھیں حق و صداقت کی راہ سے ہٹاتی، وہ وقتاً فوقتاً سلاطین و امرا کو عدل و انصاف کی تلقین کرتے اور ظلم و جور سے ڈراتے رہتے تھے، مخدوم الملک شرف الدین بہاری چوسا (بھاگلپور) کے حاکم قاضی شمس الدین کو خطوط کے ذریعہ طریقت کی تعلیم دیا کرتے تھے، یہ تمام خطوط مکتوبات صدی کے نام سے شائع ہو چکے ہیں،[2] آپ کا ایک خط فیروز تغلق کے نام بھی ہے،

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۴۲، وسیلۂ شرف ص ۱۰۰، تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۳۶۴ [2] تاریخ فرشتہ، منتخب التواریخ، تذکرہ ص ۱۶۸
[3] تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۱۰۰، مکتوب صدی کا اردو ترجمہ مطبوعہ ڈھاکہ [4] بزم صوفیہ ص ۳۷۳ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ

بزم صوفیہ میں جناب سید صباح الدین عبد الرحمن نے یہ خط نقل کیا ہے[1] بنگال کے سلطان سکندر شاہ کے تعلقات شیخ علاء الحق پنڈوی سے کشیدہ تھے، اس لیے وہ مخدوم الملک ہی سے دینی امور میں صلاح و مشورہ لیا کرتا تھا، افسوس کہ سکندر شاہ کے نام مخدوم الملک نے جو خطوط لکھے تھے وہ نایاب ہیں، مگر اس کا ذکر مولانا مظفر بلخی کے ایک خط میں ہے، جو انھوں نے سکندر شاہ کے لڑکے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کو لکھا تھا، مولانا مظفر بلخی نے اعظم شاہ (۷۹۵ھ ـ ۸۱۳ھ) کو عدل و انصاف کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے مرشد شیخ شرف الدین بہاری بھی تمہارے والد کو احکام شریعت کے مطابق حکمرانی کرنے کی تلقین کرتے تھے، ایک دوسرے خط میں مولانا مظفر بلخی نے سلطان سے درخواست کی ہے کہ وہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ حج کو جانا چاہتے ہیں، اس لیے چاٹگام کی بندرگاہ سے جہاز کا انتظام کر دیا جائے،

شیخ الاصفیا پیر بدر عالم زاہدی سے بنگال کے پہلے آزاد و خود مختار سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۷۳۹ھ ـ ۷۵۰ھ) اور اس کے امرا کو گہری عقیدت تھی، سلطان آپ سے بیعت بھی تھا، ڈاکٹر انعام الحق پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی نے "مسلم بنگال ساہتیہ" اور "پوربا پاکستانے اسلام" میں پیر بدر عالم زاہدی کے اثر و رسوخ پر اچھی خاصی روشنی ڈالی ہے، ابن بطوطہ کے سفر بنگال کا حال بیان کرتے ہوئے ایک جگہ "مسلم بنگال ساہتیہ" میں لکھتے ہیں کہ "ابن بطوطہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ درویش بدر الدین علامہ عرف بدر پیر نے سلطان فخر الدین کے ایک جنرل بادل خاں کو چاٹگام فتح کرنے کو بھیجا"[2] پیر بدر عالم کے پرپوتے شیخ فخر الدین زاہدی کا بنگال کے حکمرانوں پر جو اثر تھا، اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان محمود ثالث (۹۳۹ھ ـ ۹۴۵ھ)

[1] سوشل ہسٹری آف دی مسلمز ان بنگال ص ۵۵ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ ص ۲۲۷، جرنل آف دی بہار ریسرچ سوسائٹی ۱۹۵۶ء ج ۴۲ ص ۱۶
[2] مسلم بنگلہ ساہتیہ ص ۳۳، پوربا پاکستان اسلام ص ۴۲

نے خود کو "عبد اللہ" کے نام سے مشہور کیا تھا، جناب خلیق احمد نظامی نے "سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات" میں سلطان سکندر لودی کے سفر بہار کا جو حال لکھا ہے، اس سے صوفیا کے کردار پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے، "بہار کے قیام کے زمانہ میں سکندر لودی بہت سے علما اور مشائخ سے ان کے مکانوں پر جاکر ملتا تھا، بہار کے ایک مشہور بزرگ شیخ فخر الدین زاہدی تھے، بنگال کے بادشاہ ان کے مرید تھے، بہار میں ان کا بڑا اثر و اقتدار تھا، جو بھی ان سے ملنے کے لیے جاتا تھا، اس کو شربت پلاتے تھے، جس وقت سکندر ان سے ملنے کے لیے گیا تو اتفاق سے "مصری اور چینی" موجود نہ تھی، ایک خادم نے اشارہ سے بتایا، اپنی انگلی سے اشارہ کیا کہ "از شیرینی چینی خراشیدہ شربت ساختہ بیارید" یعنی مٹھائی پر سے شکر کھرچ کر شربت بنا کر لے آؤ" اور سلطان اور اس کے ساتھیوں نے شربت پیا،

سکندر جب تک بہار میں رہا پابندی کے ساتھ نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوتا تھا، ایک دفعہ اس کو آنے میں دیر ہو گئی، میاں بدہ حقانی نے اس کا انتظار کیے بغیر جماعت کھڑی کردی، سلطان اس وقت پہنچا جب نماز ختم ہو چکی تھی، مولانا جمالی نے سمجھ لیا کہ نماز ہو چکی ہے، لیکن درباری ذہنیت سے مجبور ہو کر نمازیوں سے کہنے لگے "اے مرد ماں! ایں اقتدا تاخیر نباید کرد کہ بادشاہ بیاید" یہ سنکر شیخ بدہ حقانی نے فرمایا "من نماز خدا را گذاردیم دگذاردیم" سکندر نے مولانا جمالی کو خاموش کردیا، اور میاں بدہ سے عرض کی کہ آپ نے اچھا کیا کہ نماز پڑھ لی، کوتاہی تو میری ہی ہے"۔ بہار کے قیام کے زمانہ میں سلطان شیخ شرف الدین یحیی منیری کے مزار پر بھی حاضر ہوا تھا، اور وہاں کے فقرا و مساکین میں خیرات تقسیم کی تھی، سکندر لودی نے بہار سے روانگی کے وقت وہاں کے علما و مشائخ بالخصوص

لہ ہسٹری آف بنگال ج ۲ ص ۱۵۵ کہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۵۶ (بحوالہ گلزار ابرار اور افسانۂ شاہی)

بدہ حقانی، شیخ بڈہن منیری، شیخ بدہ طبیب، شیخ فخر الدین وغیرہ کو نذریں پیش کیں،

تاریخ فرشتہ میں شہنشاہ بابر کا مخدوم الملک کے والد مخدوم یحیی منیری کے آستانہ (منیر) پر حاضر ہونا مذکور ہے، شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں حضرت بڈھے زاہدی کا ڈٹ جانا حق و صداقت کی ایک شاندار مثال ہے، شیر شاہ اور ہمایوں کی جنگوں کے سلسلے میں ایک بزرگ شیخ خلیل کا نام بھی آتا ہے، جو دربھنگہ کے علاقہ میں رہتے تھے، انھوں نے دونوں کے درمیان صلح و مفاہمت کرانے کی کوشش کی تھی، ہمایوں اور شیر شاہ دونوں شیخ کا احترام کرتے تھے، "تذکرۃ الواقعات" میں جس کا مصنف جوہر آفتابچی ہے، اور جو ہمایوں کے عہد کی تاریخ ہے، شیخ خلیل کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے، حکومت کی طرف سے بزرگان دین کی مدد معاش اور ان کی خانقاہوں کے مصارف کے لیے جائدادیں اور نقد رقم بھی دیجاتی تھی، چنانچہ آج بھی بہار کے مختلف خانقاہوں میں اس قسم کی املاک و جائدادیں اور اس کے فرامین و دستاویزات موجود ہیں۔

لہ تاریخ فرشتہ مطبع نولکشور، ذکر سلطنت شہنشاہ بابر کہ تذکرۃ الواقعات از جوہر آفتابچی ص ۳۳، ۳۴، ۳۵ (اردو ترجمہ) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی